انتقادِ ناول میں پلاٹ کے مباحث: تنقیدی جائزہ

[1] عارف صدیق

Abstract

The novel is an important genre of literature. In Urdu, the novel's Intellectual and artistic dimensions are widely criticized. The plot, characters, atmosphere, language and many other elements play a part in shaping the story into a novel. The plot has great importance in the composition of the novel. Many critics have expressed their critical views about the plot. This article provides a critical overview of the critics' views on the plot.

کلیدی الفاظ: ناول، تنقید، پلاٹ، نظری مباحث

ناول کے اجزائے ترکیبی میں پلاٹ اہم جزو ہے۔ اس پر ناول کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے جو کسی کہانی کو ناول کے روپ میں ڈھالنے کے لیے خشتِ اول ثابت ہوتی ہے۔ پلاٹ دراصل واقعات کی وہ ترتیب ہوتی ہے جو ناول نگار مختلف واقعات کو بیان کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ ناول میں بیان کی گئی کہانی عام زندگی سے ہی لی گئی ہوتی ہے۔ اس میں داستانوں کی نسبت مافوق الفطرت عناصر کی موجودگی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ عام زندگی میں واقعات کے پیش آنے اور ناول میں ان کے اظہار کی ترتیب میں خاصا فرق ہوتا ہے۔ عام زندگی میں واقعات کا ظہور انسان کے بس میں نہیں ہوتا۔ وہاں جس طرح بھی واقعات پیش آئیں۔ ان پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا لیکن ناول میں ان واقعات کی ترتیب میں فرق آجانا ناگزیر ہے۔ ناول نگار زندگی کی کہانی بیان کرتے ہوئے نہ صرف واقعات کو اپنی منشا کے مطابق ترتیب دیتا ہے بلکہ عام زندگی کے بہت سے واقعات کو نظر انداز بھی کرتا جاتا ہے۔

[1] پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو اور مشرقی زبانیں، یونیورسٹی آف سرگودھا

انتقادِ ناول میں پلاٹ پر تنقید کے دو اہم رخ ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ناول میں جو قصہ بیان کیا جاتا ہے اس میں اور پلاٹ میں کیا فرق ہے۔ دوسرے یہ کہ ناول نگار کے لیے پلاٹ کو اپنانا ضروری ہے یا نہیں (اسی میں پلاٹ کے اہم اور غیر اہم ہونے کی بحث کے کئی زاویے بھی سامنے آتے ہیں)۔ جہاں تک قصہ اور پلاٹ میں فرق کا تعلق ہے تو اس ضمن میں اردو تنقید زیادہ تر مغربی تنقید کی ہی پیروی کرتی نظر آتی ہے۔ ہمارے اکثر ناقدین کے لیے پیروی مغرب کی بڑی دلیل کسی بھی نظریے کا صرف مغربی ہونا ہے۔ یہ سوچے سمجھے بغیر کہ مغرب میں اس کی نوعیت کیا ہے۔ مغربی ناقدین نے اگر ایسا کہا ہے تو کیا یہ درست بھی ہے یا نہیں ؟ قصہ اور پلاٹ کی بحث میں اردو ناقدین ای ایم فارسٹر کی مثال کو ہی سامنے رکھتے ہیں کہ ''بادشاہ مر گیا اور پھر ملکہ مر گئی'' یہ ایک قصہ ہے۔ جب کہ ''بادشاہ مر گیا اور پھر اس کی موت کے غم میں ملکہ مر گئی'' یہ ایک پلاٹ ہے۔ اس میں زمانی تسلسل کو ملحوظ رکھا گیا ہے، لیکن علت اور معلول کا شعور اس پر غالب ہے، اس میں پراسراریت ہے.... وغیرہ وغیرہ۔(۱)۔ یہاں ہم ای ایم فارسٹر کے قول کا جائزہ لیتے ہیں جس کو اردو تنقید پلاٹ کے ضمن میں بنیاد بناتی ہے۔ فارسٹر کہانی اور پلاٹ کی وضاحت کرتے ہوئے کہانی کو ناول کی بنیاد قرار دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

> "The basis of a novel is story, and a story is a narrative of events arranged in time sequence."(۲)

پلاٹ کے بارے میں اس کے خیالات یہ ہیں:

> "A plot is also a narrative of events, the emphasis falling causality."(۳)

فارسٹر کے مطابق کہانی یا قصہ واقعات کا زمانی تسلسل میں بیان ہے جب کہ پلاٹ میں وہ ان واقعات کے بیان کے لیے علت و معلول کو لازم قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک کہانی اور پلاٹ میں علت و معلول کا فرق ہے۔ ''بادشاہ مر گیا اور پھر ملکہ مر گئی'' میں زمانی تسلسل ہے لیکن ملکہ کے مرنے کی علت نہیں ہے جب کہ ''بادشاہ مر گیا اور اس کے غم میں ملکہ مر گئی'' میں ملکہ کے مرنے کی علت ہے جو اسے پلاٹ بناتی ہے۔ یہاں یہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فارسٹر کہانی یا قصہ میں سے علت کو نکال رہا ہے اور پلاٹ کے لیے اسے لازم قرار دے

رہا ہے۔ کیا کوئی کہانی یا قصہ علت کے بغیر اپنا وجود برقرار رکھ سکتا ہے؟ کہانی اور قصہ میں محض زمانی ترتیب کو ہی لازم قرار دیا جائے تو اس کے واقعات میں ربط کیسے قائم ہو گا؟ ''بادشاہ مر گیا'' ایک واقعہ ہے، "اور پھر ملکہ مر گئی" دوسرا واقعہ ہے۔ یہاں کیسے ثابت ہو گا کہ جو بادشاہ مرا اسی کی ملکہ مری تھی۔ زمانی ترتیب نے تو صرف یہ بتایا کہ پہلے بادشاہ مرا، پھر ملکہ مری۔ کیا دو الگ الگ واقعات قصہ بن سکتے ہیں جب تک ان میں کوئی ربط نہ ہو؟ یہ ربط بھی تو علت ہی پیدا کرتی ہے۔ قدیم داستانوں کو دیکھ لیجیے۔ ان میں جو کہانیاں یا قصے بیان کیے جاتے تھے ان میں دیوتاؤں کا تصور، مددگار بزرگ کا مدد کے لیے پہنچنا یہ سب علل ہی ہوتی تھیں جو مختلف واقعات میں ربط قائم کر کے داستان کی کہانی کو آگے بڑھاتی تھیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ علت و معلول پلاٹ کے لیے ہی نہیں قصہ کے لیے بھی ضروری ہے۔ یہ قصہ کے مختلف واقعات کے درمیان ربط قائم کرنے کا وسیلہ ہے۔ اگر محض زمانی ترتیب کو قصہ قرار دیا جائے اور علت و معلول کو نکال دیا جائے تو قصہ باقی نہیں رہے گا بلکہ منتشر واقعات ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی طرح پڑے رہیں گے۔ ہمارے بعض ناقدین اس ضمن میں غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر ناقدین کا یہ کہنا کہ ناول میں پلاٹ کا ہونا ضروری ہے، جس سے واقعات زمانی و علتی نظام میں پیش کیے جا سکیں اگر یہ نظام موجود نہ ہو تو کہانی تو ہو گی جیسے قدیم حکایات یا داستانی کہانیاں ہوتی ہیں، مگر وہ ناول اور افسانہ نہ بن سکے گی۔ **(۴)** اسی غلط فہمی کا شاخسانہ ہے کہ کہانی یا داستان علت کے بغیر بھی مکمل ہوتی ہے۔ علت کی شرط کو پلاٹ سے جوڑ کر بہت سے خلط مباحث پیدا کیے گئے ہیں۔ یہاں طوالت کی وجہ سے صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر جہانگیر احمد لکھتے ہیں:

> ''ناول کے واقعات میں علت و معلول کا رشتہ ہوتا ہے اور نتیجتاً ناول کا پلاٹ گٹھا ہوا اور منظم ہوتا ہے۔ ناول میں اگر کہیں یہ رشتہ کمزور ہے تو اسے بھی ناول کی فنی خامی شمار کرنا چاہیے۔ یہ داستان سے ناول کی طرف مکمل پیراڈایم شفٹ ہے۔'' **(۵)**

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا داستان میں واقعات علت کے بغیر سرزد ہوتے ہیں۔ کیا داستان کا پلاٹ غیر منظم اور منتشر ہوتا ہے؟ کیا داستان سے ناول کی طرف بڑھنے کی وجہ دونوں کے پلاٹ کا انتشار اور منظم ہونے کا فرق ہے؟ عمیق نظری سے دیکھا جائے تو ان میں سے کسی سوال کا جواب بھی اثبات میں نہیں ملتا۔ ثابت ہوا کہ پلاٹ کے لیے علت کی شرط اور کہانی کے واقعات کا علت کے بغیر محض زمانی ترتیب سے

ہونا درست نظریہ نہیں ہے۔ علت کا عمل دخل دونوں جگہ پر ہے۔

علت کی بحث کے بعد ہم انتقادِ ناول کے دوسرے اہم نکتے کی طرف بڑھتے ہیں۔ ناول کی تنقید میں پلاٹ کے بارے میں عمومی بحث یہ ہوتی آرہی ہے کہ ناول نگار کو اسے اپنانا چاہیے یا نہیں۔ اکثر فن کار کہتے ہیں کہ وہ پلاٹ بنانا پسند نہیں کرتے۔ ان کا کہنا بجا ہے، ناول کا پلاٹ پہلے سے بنانا بعض اوقات ناول کی ساخت کے لیے زہرِ قاتل ثابت ہوتا ہے، ناول تو خود ناول نگار کو اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے۔ ناول کی اصل صورت تو ناول مکمل ہونے کے بعد ہی سامنے آتی ہے۔ لیکن پلاٹ صرف اس منصوبہ بندی کا نام تو نہیں ہے جس میں ناول لکھنے سے پہلے ناول کا پورا نقشہ بنالیا جائے۔ ایک مکمل ناول جس شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے، اس میں واقعات کی جو ترتیب ہوتی ہے پلاٹ تو اس کا نام ہے۔ ناول کا قصہ جیسا بھی ہے، آخر کسی نہ کسی ترتیب میں تو ہوگا، یہی ترتیب پلاٹ ہے۔ یہ ناول نگار پر منحصر ہوتا ہے کہ اس نے ناول کے واقعات کو بیان کرنے کے لیے کس ترتیب کو بہتر اور موزوں خیال کیا اور اسے برتا ہے۔ اس ترتیب کے لیے منطقی ربط کو بھی لازم قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیوں کہ پلاٹ واقعات کے بیان میں منطقی ربط کا نام نہیں ہے۔ پلاٹ تو اصل میں واقعات کو ترتیب دینے کا وہ انداز ہے جو ناول نگار نے قصے کے بیان کے لیے اختیار کیا۔ اس میں منطق کا عمل دخل نہیں ہے۔ اس کی ایک مثال دیکھیے کہ ''ایلیڈ'' کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب ٹرائے کے محاصرے کو دس سال بیت چکے ہوتے ہیں اور ایکلیز اگامینون سے ناراض ہو کر جنگ سے دستبردار ہو جاتا ہے، اور اس کا اختتام ہوتا ہے ہیکٹر کی موت پر۔ یہاں غور کیا جائے تو اس کا اصل قصہ تو ٹرائے اور سپارٹا کی باہمی چپقلش اور لڑائی، پھر صلح ہونا اور ہیلن کے اغوا ہونے سے شروع ہو کر ٹرائے کی تباہی اور ایکلیز کی موت تک چلتا ہے۔ ہومر نے اس پورے قصے میں سے واقعات کے جس حصے کا انتخاب کیا اور جس طرزِ ترتیب سے پیش کیا وہی اس کا پلاٹ ہے۔ پلاٹ کا اصل انحصار ہوتا ہی فن کار پر ہے۔ بے شمار ناولوں کی ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں ناول نگار نے منطق کی بجائے اپنی مرضی سے واقعات کا انتخاب کیا اور انھیں مرضی کی ترتیب سے بیان کیا۔ اکثر ناولوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ ناول نگار قصے کی ابتدا نہیں بتاتا، کبھی درمیان سے کچھ حذف کر دیتا ہے۔ کبھی اختتامی واقعات کو شروع میں لے آتا ہے۔ بعض اوقات تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ ناول نگار ناول کے اختتام کو قاری کی منشا پہ چھوڑ دیتا ہے۔ گویا پلاٹ کی تشکیل میں فن کار کی مرضی شامل ہوتی ہے۔ وہ جس انداز سے بھی واقعات کو پیش کرے گا وہی اس ناول کا

پلاٹ کہلائے گا۔ایک واقعہ کے بیان کی سیکڑوں موزوں صورتیں ہوتی ہیں۔ ناول نگار ان سیکڑوں میں سے جو صورت اختیار کرتا ہے وہی پلاٹ ہے۔اور یہ ہر ناول نگار کے ہاں موجود ہوتا ہے۔

پلاٹ اور کہانی کی بحث میں روسی ہیئت پسندوں کی اصطلاحات Fabula اور Sjuzet ہماری درست رہنمائی کرتی ہیں۔ Fabula سے مراد اصل قصہ ہے،اس اصل قصہ کی اصل شکل جیسا کہ وہ حقیقی زمان و مکان میں رونما ہوا ہو گا اس میں واقعات کی ترتیب، علت و معلول سب کچھ آجاتا ہے۔ یہ وہ قصہ ہوتا ہے جو ناول کی تخلیق سے پہلے ناول نگار کے ذہن میں ہوتا ہے۔جب کہ Sjuzet اس قصے کو بیان کرنے کے لیے موزوں شکل دینے کا نام ہے۔ناول نگار یہ موزوں شکل دینے کے لیے اصل قصہ کے واقعات کو تنسیخ اور کاٹ چھانٹ کے عمل سے گزارتا ہے۔ پھر جو موزوں ترتیب سامنے آتی ہے وہی پلاٹ ہے۔ گویا Fabula کو ہم قصہ اور Sjuzet کو پلاٹ کہہ سکتے ہیں۔ان دونوں کا فرق ہی قصہ اور پلاٹ کا فرق ہے۔

اردو تنقید میں پلاٹ پر بحث کا آغاز علی عباس حسینی کی کتاب ''ناول کی تاریخ اور تنقید'' سے ہوتا ہے۔اردو میں ناول کے فن پر لکھی جانے والی اس پہلی کتاب میں حسینی نے پلاٹ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

> ''پلاٹ واقعات کے اس خاکے کو کہتے ہیں جو ناول نویس کے پیشِ نظر شروع ہی سے رہتا ہے۔ قصہ کی ساری دلچسپیاں اس کی ترتیب پر مبنی ہیں۔اسے جاننا چاہیے کہ کیوں کر قصہ چھیڑے گا۔ ناظر کی دلچسپی کس کس طرح بڑھائے گا اور اس دلچسپی میں مد و جزر کہاں کہاں پیدا کرے گا۔اسے قصہ اس طرح کہنا ہے کہ وہ موثر رہے اور اس مقصد و غرض کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جس کے لیے وہ ناظر کو زحمت دینا چاہتا ہے۔''(۶)

یہ تعریف پلاٹ کی روح کو بیان کرتی ہے۔ حسینی نے اس تعریف کی ابتدا میں ہی واضح کر دیا کہ پلاٹ کی تشکیل ناول نگار کی صوابدید پر ہے۔ وہ قصے کے واقعات کو جس طرح بھی بیان کرے گا وہی پلاٹ ہو گا۔اس کے بعد وہ مزید وضاحت کرتے ہوئے ورجینا وولف اور جیمس جوائس کے ناولوں کی بات کرتے ہیں۔ ان دونوں کے ناولوں کی بے ترتیبی کو ہی وہ ان کا پلاٹ قرار دیتے ہیں۔ان کے خیال میں ان دونوں کا یہ دعویٰ درست نہیں کہ انھوں نے بغیر پلاٹ کے ناول لکھے۔ پلاٹ ان کے ناولوں میں بھی موجود ہے۔انھوں نے

واقعات کی بے ترتیبی سے ناول کا پلاٹ تشکیل دیا ہے۔(۷)

اردو ناقدین کا بڑا مسئلہ مغرب کی اندھی تقلید ہے۔ایک کے ہاتھ جو بات آگئی اسی پہ مکھی پہ مکھی مارتے چلے گئے۔ ورجینا وولف اور جیمس جوائس نے اپنے ناولوں کے بارے میں دعویٰ کر دیا کہ بغیر پلاٹ کے ہیں تو بجائے اس کے کہ ان کے دعوے کی حقیقت کو جانا جاتا۔ پلاٹ کے مباحث کی رو سے ان پر بحث کی جاتی اکثر ناقدین نے ان کے ناولوں کی تکنیک کو دیگر ناولوں پہ لاگو کرتے ہوئے خلط مبحث کا سبب بننے والی آرا پیش کرنا شروع کر دیں۔ کسی نے کہا کہ ''انگریزی میں سر والٹر اسکاٹ کے ناول قصہ گوئی کی بہترین مثال ہیں، مگر ان میں پلاٹ کا پتا نہیں''(۸)۔ کسی نے پریم چند کے ناولوں کو فنی شاہکار کا نمونہ قرار دیتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ ان میں پلاٹ کہاں ہے؟(۹)ایک فاضل نقاد تو تمام حدود پھلانگ کر یہ کہنے لگے کہ ناول میں پلاٹ جتنا کم ہو گا، اتنا ہی بہتر ہو گا(۱۰)۔ ان کے خیال میں پلاٹ کوئی ایسی چیز ہے جو ناول نگار باہر سے ناول میں انڈیلتا ہے۔ حقیقت وہی ہے جو علی عباس حسینی نے بیان کی ہے۔اس پر غور کیا جائے تو کوئی بھی ناول پلاٹ کے بغیر نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

ناول کی تنقید کا ایک اہم نام ڈاکٹر محمد احسن فاروقی ہے۔ان کے ہاں ناول کے دیگر عناصر کی طرح پلاٹ پر بھی بحث ملتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''عام طور پر پلاٹ اور قصے میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ عام لوگ تو پلاٹ اور قصے کو ایک ہی کہانی سمجھتے ہیں مگر ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ ناول میں بالکل پلاٹ نہ ہو۔۔۔۔ناول کا پلاٹ قصہ کی ترتیب سے تعلق رکھتا ہے۔ پلاٹ بھی واقعات کا بیان ہوتا ہے مگر اس میں سبب اور مسبب کے مطابق ترتیب پر زیادہ زور ہوتا ہے۔۔۔۔پلاٹ بنانا ایک قسم کا فنِ تعمیر ہے اور اچھے پلاٹ والے ناول کا ہر حصہ اس طرح تعمیر ہوتا ہے جیسے کسی عمارت کے الگ الگ حصے۔ایک سیدھے سے پلاٹ کے عموماً پانچ حصے ہوتے ہیں۔ پہلے حصے میں تمام کرداروں کا تعارف ہو جاتا ہے۔ دوسرے حصے میں ان کرداروں کے معاملات میں گتھیاں پڑنے لگتی ہیں۔ تیسرے حصہ میں یہ گتھیاں اس درجہ الجھ جاتی ہیں کہ ان کا سلجھنا محال معلوم ہونے لگتا ہے، چوتھے حصے میں یہ سب گتھیاں سلجھنے لگتی ہیں اور پانچویں حصہ میں تمام معاملات خاتمہ پر پہنچ جاتے ہیں۔''(۱۱)

ڈاکٹر احسن فاروقی نے ناول کے پلاٹ کے مختلف حصے بیان کر کے ایک سادہ سی شکل سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ غور کیا جائے تو وہ یہاں بھی راہ راست سے ہٹ گئے ہیں۔ انھوں نے ناول کے پلاٹ کے جو پانچ حصے بیان کیے ہیں یہ ناول کی بجائے ڈراما کے ہیں۔ ناول نگار تو واقعات کو کہیں سے بھی شروع کر دیتا ہے۔ اور پھر لازمی نہیں کہ وہ اختتام تک لے کر آئے۔ وہ ناول کا اختتام قاری پر بھی چھوڑ سکتا ہے۔ اس ضمن میں ایک اہم رائے ای ایم فارسٹر کی ملتی ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ احسن فاروقی صاحب کے ہاں بہت سے معاملات میں فارسٹر کا اتباع ملتا ہے۔ وہ جگہ جگہ فارسٹر کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ لیکن ناول کے پلاٹ کے حصے بناتے ہوئے وہ فارسٹر کے اس قول کو نظر انداز کر گئے ہیں کہ :۔

> ''اور اب ہمیں خود سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ کیا اس انداز سے ترتیب دیا گیا منصوبہ ناول کا بہترین ممکن منصوبہ ہے۔ ایسے کسی ناول کا منصوبہ ہی کیوں ترتیب دیا جائے۔ کیا یہ خود بخود پروان نہیں چڑھ سکتا۔ کیا ضروری ہے کہ اسے ڈراما کی طرح اختتام تک لایا جائے، کیا اس کی ابتدا نہیں ہو سکتی؟ اس کی بجائے کہ ناول نگار خود اپنے ناول سے بلند ہو کر اس کی باگ ڈور سنبھالے رہے، کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ اس کے اندر خود کود جائے اور اسے ایسے اختتام تک پہنچائے جو اس کا سوچا سمجھا نہیں ہے؟ پلاٹ دلچسپ اور خوبصورت ہو سکتا ہے مگر کیا یہ ڈراما اور اسٹیج کے مکانی حدود سے مستعار لی ہوئی مصنوعی چیز نہیں ہے؟ کیا افسانوی ادب کوئی ایسا لائحہ عمل ترتیب نہیں دے سکتا جو بہت زیادہ منطقی نہ ہو مگر اس کے ذہن اور مزاج سے بڑی حد تک مطابقت رکھتا ہو۔؟''(۱۲)

احسن فاروقی کے خیال میں پلاٹ، قصہ سے اعلیٰ چیز ہے اور قصہ پلاٹ میں بڑے سلیقے سے ڈھلا ہونا چاہیے۔ آگے چل کر وہ پلاٹ کی اقسام بیان کرنے لگتے ہیں۔ مثلاً منظم اور گتھا ہوا پلاٹ، ڈھیلا ڈھالا پلاٹ وغیرہ۔ ان کے خیالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پلاٹ کی حقیقت سے وہ خاص واقفیت حاصل نہیں کر پائے۔ اس عدمِ واقفیت کا ہی نتیجہ ہے کہ انھوں نے بعض ناولوں کو پلاٹ کے بغیر قرار دیا ہے۔(۱۳)

اردو میں انتقادِ ناول کا ایک معتبر حوالہ سہیل بخاری ہیں۔ ان کی کتاب "اردو ناول نگاری" میں ناول کے حوالے سے خاصی بحث کی گئی ہے۔ سہیل بخاری واقعات کی تنظیم کو پلاٹ قرار دیتے ہیں۔ تنظیم کے ساتھ ساتھ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ناول میں بیان کیے گئے واقعات میں قاری کی دلچسپی کا سامان بھی موجود

ہو۔ دلچسپی پیدا کرنے کے لیے وہ ناول نگار کے لیے یہ ضروری قرار دیتے ہیں کہ وہ اجنبی اور مافوق الفطرت واقعات سے ناول کے دامن کو بچائے کیوں کہ آج کے سائنسی دور میں مافوق الفطرت چیزیں بالکل اجنبی اور ناقابل توجہ بن گئی ہیں۔(۱۴)وہ یہاں پلاٹ کی ترتیب، تصادم پر بحث کرنے کے بعد ناول کے پلاٹ کی اقسام مثلاً گٹھا ہوا اور ڈھیلا پلاٹ اور سادہ اور پیچیدہ کی اقسام بیان کرتے ہیں۔ پلاٹ کی تعمیر کے بارے خیالات کا اظہار وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''ہماری زندگی میں اہم اور غیر اہم ہر قسم کے واقعات پیش آتے ہیں۔ اب یہ ناول نگار کا کام ہے کہ وہ قصے کو دلچسپ بنانے کے لیے کن واقعات کو منتخب کرتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو بات بادی النظر میں اہم ہوتی ہے ایک کامیاب ناول نگار اس کو چھوڑ دیتا ہے اور غیر اہم واقعہ کو منتخب کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اسے اپنے قصے کو آگے بڑھانا ہوتا ہے اس لیے جس واقعہ کے نتائج دور رس ہوتے ہیں، اور جس سے افسانے (یا ناول) کی نشوونما میں مدد ملتی ہے، اسی کو بیان کرتا ہے۔ اس کے نزدیک کوئی واقعہ بجائے خود کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ وہ صرف افسانے کی نشوونما کے تعلق سے ان کی اہمیت طے کرتا ہے۔''(۱۵)

پلاٹ کے بارے سہیل بخاری کے یہ خیالات زیادہ تر انھی امور کی وضاحت کرتے ہیں جو علی عباس حسینی نے بیان کیے تھے۔ ان کے ہاں پلاٹ کے حوالے سے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ سہیل بخاری بھی ناول نگار کو ہی پلاٹ کی تعمیر و تشکیل کا فریضہ سونپتے ہیں اور پلاٹ کو اس کی مرضی پر ہی چھوڑتے ہیں کہ وہ کن کن واقعات کا انتخاب کرتا ہے اور انھیں کس انداز سے بیان کرتا ہے۔

ناول کے پلاٹ پر ابواللیث صدیقی کے ایک مضمون "ناول فنی نقطہ نظر سے" میں بھی بحث ملتی ہے۔ اس مضمون کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ابواللیث صدیقی کے ساتھ بھی یہاں وہی معاملہ پیش آیا ہے جو اکثر شاعری کے ناقدین کو درپیش ہوتا ہے۔ وہ جب افسانوی ادب پر تنقید کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اپنے تصورات واضح نہ ہونے کی وجہ سے ہر جگہ ٹھوکر کھاتے ہیں۔ ابواللیث صدیقی پلاٹ پر بحث کرتے ہوئے پہلے تو علی عباس حسینی کی تعریف پیش کرتے ہیں اور پھر اس پر اپنے غیر واضح خیالات کو آزماتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر پلاٹ ناول کی پہلی شرط ہے تو پھر اردو کے عمدہ ناولوں کے پلاٹ بھی خاص ہوتے لیکن ''مراۃ العروس''، ''فسانہء آزاد''،

پریم چند کے ناولوں اور ''امراؤ جان ادا'' میں پلاٹ کہاں ہے؟(۱۶) اس کے علاوہ ان کا یہ کہنا کہ ''ہم اگر بہترین ناولوں کے پلاٹ علیحدہ کر کے دیکھیں تو وہ بالکل معمولی معلوم ہوتے ہیں'' انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ کیا پلاٹ کوئی ایسی چیز ہے جو ناول میں اوپر سے ٹھونسی جاسکتی ہے یا بوقت ضرورت اسے ناول سے الگ کیا جاسکتا ہے۔اسی مضمون میں ان کا کہنا ہے کہ ناول نگار قافیہ بند شاعر نہیں ہوتا جو پہلے مختلف واقعات کو ترتیب دے، اور پھر ناول لکھنے بیٹھے۔(۱۷)صدیقی صاحب اپنے تئیں تو حسینی کی پلاٹ کی تعریف کو تنقید کا نشانہ بنارہے ہیں لیکن ان کے خیالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے حسینی صاحب کی تعریف کی درست تفہیم ہی نہیں کی ہے۔ حسینی نے کہیں بھی ''واقعات کو ترتیب دینے'' کے عمل کو پلاٹ نہیں کہا بلکہ ان کا کہنا تھا کہ پلاٹ وہ ترتیب ہوتی ہے جو تخلیق کار کے ذہن میں ہوتی ہے۔اس ضمن میں ناول نگار پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاسکتی کہ اس کے ذہن میں کون سی ترتیب ہو۔بنیادی طور پر شاعری کے نقاد ہونے کی وجہ سے وہ افسانوی نثر پر تنقیدی آرا کو بھی شاعری کے انداز میں بیان کرنے لگتے ہیں۔ وہ شاعری کے دلائل کو ہی نثر میں استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے صورت حال کو واضح کرنے کی بجائے مزید پیچیدہ بنادیتے ہیں۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

> ''اکثر یہ ہوتا ہے کہ کوئی معمولی واقعہ ناول نگار کو اس طرح متاثر کرتا ہے جیسے کوئی حالت یا واقعہ کسی شاعر کو متاثر کرے اور وہ آمد کی رو میں لکھنا شروع کر دیتا ہے۔ کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ ناول نگار کے پیشِ نظر کسی خاص واقعے کی بجائے کوئی خاص کردار ہوتا ہے اور اس کا اصل مقصد اس کردار کی ترجمانی یا اس کے ذریعے سے زندگی کے کسی خاص پہلو کی مصوری ہوتا ہے۔ واقعات اسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے وضع کیے جاتے ہیں اور ظاہر ہے اس طرح واقعات اور ان کے خاکے کی حیثیت ثانوی رہ جاتی ہے۔''(۱۸)

ادب کی دنیا میں ناول کی اہمیت اس لیے زیادہ قرار پاتی ہے کہ یہ اپنی اصل میں شعوری طور پر لکھے جانے والی صنف ہے، ایسا شخص تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا جو چھوٹے سے چھوٹا ناول بھی ایک نشست میں لکھ لے۔ یہ صنف تو انسان سے پوری محنت اور پورا شعور مانگتی ہے، یہ واحد صنف ہے جس میں آمد کا کوئی عمل دخل نہیں، فن کار سالوں تک بیٹھ کے اپنے تخیل کی مدد سے ناول میں رنگ بھرتا رہتا ہے، تب کہیں جا کے ناول مکمل ہوتا ہے۔ دنیا کے اکثر اچھے ناول چھے یا اس سے بھی زیادہ سال کی مدت میں لکھے گئے ہیں۔اس فن میں آمد

کا کہاں تعلق بنتا ہے اور کیا کوئی آمد اتنا تحمل رکھتی ہے کہ سالوں تک اپنا تخلیقی وفور اسی طرح برقرار رکھ سکے، نہیں، یہ کام وحی میں تو ہو سکتا ہے، آمد کے ساتھ نہیں۔ اور ناول نگار عام انسان ہوتا ہے، پیغمبر نہیں کہ اوپر سے فرشتہ آآ کر اسے لکھواتا جائے اور وہ لکھتا جائے۔ اسے تو اپنی ساری ذہانت اور اپنا سارا فن استعمال کر فن پارہ تعمیر کرنا ہوتا ہے۔ یہ تو نہیں کہ ناول کا خیال آیا اور ناول نگار نے کھٹاک سے ناول کا چھاپہ کاغذ پہ اتار لیا۔ گویا غزل کا کوئی پھڑکتا ہوا شعر ہے جو ذہن میں لپکا اور شاعر بولنا شروع ہو گیا، دوستوں نے جلدی جلدی لکھ لیا۔ اسے تو ساری شعوری طاقت سے کام لے کر قصے کو اس طرح لے کر چلنا پڑتا ہے کہ اگر درمیان میں وہ مہینوں تک لکھنے کی طرف رجوع نہ کر سکے تو بھی ناول کی اٹھان میں فرق نہ آنے پائے۔ ناول کے دونوں خداؤں ٹالسٹائی اور دوستوفسکی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اگر فن کار اپنے ذہن میں منصوبہ تیار نہیں کرے گا، تو پھر ایک دفعہ کسی جگہ لکھنا چھوڑ دینے کے بعد پھر کبھی اس سے آگے ناول نہیں لکھ سکے گا۔ اور ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ کوئی آمد وغیرہ ہوتی ہے، یعنی جس طرح ایک ہی لمحے میں شاعر کے تخیل میں شعر کی آمد ہوتی ہے ناول نگار کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ صدیقی صاحب کے اس بیان پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

پلاٹ کے بارے میں ایک معتبر رائے سید وقار عظیم نے ''کہانی کی منطق'' مضمون میں پیش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''کہانی لکھنے والا اپنی کہانی کو شروع سے آخر تک دلچسپ بنانے، اس کی دلچسپی کو قائم رکھنے اور بڑھانے کو فنی منصب جانتا ہے اور اس لیے آغاز سے انجام تک پورے سفر کا منصوبہ تیار کرتا ہے۔ یہ منصوبہ گویا ایک طرح کا خاکہ ہوتا ہے کہ اس میں رنگ بھر دیے جائیں تو کہانی مکمل ہو جائے۔ یا ایک ڈھانچا ہوتا ہے کہ اس بنا پر کہانی کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ یہ بات منطق کے عین مطابق ہے لیکن فن کی منطق اور کہانی کی منطق کا مطالبہ یہ ہے کہ جب کہانی کا نقش مکمل ہو جائے یا اس کی عمارت بن کر تیار ہو جائے تو پڑھنے والے کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ کہانی کے جو نقش یا اس کی جو مکمل عمارت اس کے سامنے ہے، اس کے پیچھے کوئی خاکہ اور ڈھانچہ بھی تھا۔''(۱۹)

سید وقار عظیم کی یہ رائے پلاٹ کو خاصا واضح کرتی ہے۔ انھوں نے یہاں دو باتوں پر زور دیا ہے۔ ایک تو یہ کہ تخلیق کار کے ذہن میں کوئی خاکہ ہوتا ہے جس میں رنگ بھر کے وہ کہانی کو قاری کے

سامنے پیش کرتا ہے۔اب کس تخلیق کار کے ہاں کیسا خاکہ ہے اس کا فیصلہ تخلیق کار کی صوابدید پر ہی ہے۔یعنی پلاٹ تخلیق کار ہی تشکیل دیتا ہے۔ہزاروں لاکھوں واقعات میں سے اپنے خاکے میں رنگ بھرنے کے لیے وہ واقعات کو انتخاب کرتا ہے اور انھیں ترتیب دیتا ہے۔یہ ترتیب بھی اس کی اپنی منشا کے مطابق ہوتی ہے نہ کہ واقعات کے حقیقی زندگی میں رونما ہونے کے مطابق۔دوسری بات یہ کہ تخلیق کار کو پلاٹ پر ایسی گرفت ہونی چاہیے کہ وہ ایسی موزوں ترتیب اختیار کرے کہ وہ ترتیب قاری کے لیے بھی دلچسپی کا باعث بنے۔اس دلچسپی کی وجہ سے ہی ناول کی کہانی میں بہتا چلا جائے گا اور ناول نگار نے واقعات کو جو بھی ترتیب دی ہے اس کے لیے وہ قابلِ قبول ہو گی۔

پلاٹ پر تنقیدی بحث میں احتشام حسین کے ہاں بھی واضح خیالات ملتے ہیں۔انھوں نے پلاٹ کے بارے میں جو رائے دی ہے وہ ان کی تنقیدی بصیرت کو ظاہر کرتی ہے۔ناول نگار کے سامنے دو سطحیں ہیں، پہلی تو خارج کی دنیا میں پھیلی ہوئی زندگی اور دوسری اس کے اندر کی دنیا جہاں اس کے خیالات، عقائد اور تصورات ہیں۔اب اس کا فن یہی ہوتا ہے کہ خارج کی دنیا کو اس طرح اندر کی دنیا سے آمیز کرے کہ دوئی کا تصور نہ رہے۔اس ملاپ سے ایک تیسری سطح بن جائے گی جو فن کا نمونہ ہو گی۔ان کے خیال میں دونوں سطحوں کو ملا کر اس تیسری سطح تک پہنچنے کا عمل ہی پلاٹ کہلاتا ہے۔اور اس میں توازن ہی فن کار کو کامیابی دیتا ہے۔اگر بالکل باہر کی سطح پر توجہ کی جائے تو ناول کی فنی حیثیت مجروح ہو جاتی ہے اور اگر اپنے نصب العین کو ہی سان پر چڑھائے رکھا تو بیانِ واقعہ مسخ ہو کر رہ جائے گا۔**(۲۰)**

اسلوب احمد انصاری اردو میں ناول کی تنقید کا اہم نام ہے۔ان کی کتاب ''اردو کے پندرہ ناول'' مختلف ناولوں کا بہترین مطالعہ پیش کرتی ہے۔اس کتاب میں انھوں نے بھی ناول کے پلاٹ کی بحث چھیڑی ہے۔انھوں نے پلاٹ کے بارے میں جو خیالات پیش کیے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود بھی کوئی واضح نتیجہ قائم کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ان کے ہاں بیانات میں تضاد ملتا ہے۔پلاٹ پر بحث کرتے ہوئے وہ ناول میں واقعات کے بیان کے بارے میں جو بات کرتے ہیں آگے چل خود ہی اس کی نفی بھی کرنے لگتے ہیں۔بیانات کے اس تضاد نے پلاٹ کے بارے میں انھیں کوئی ٹھوس رائے قائم نہیں کرنے دی۔''اردو کے پندرہ ناول''

میں وہ لکھتے ہیں:

''ناول میں جو واقعات رقم کیے جاتے یا منضبط انداز میں پیش کیے جاتے ہیں، ان کے سلسلے میں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ ان میں منطقی تسلسل نہ ہونا چاہیے کیوں کہ زندگی خود اس طرح کے تسلسل سے یکسر عاری اور اس کی تکذیب کرتی ہے، سلسلہ داری یعنی Sequential پیش کش کی اہمیت اب بہت گھٹ گئی ہے۔''(۲۱)

اس بیان کو دیکھیں تو وہ زندگی اور ناول دونوں میں واقعات کو منطقی تسلسل سے ماورا قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک جس طرح زندگی میں واقعات میں منطقی تسلسل نہیں پایا جاتا اسی طرح ناول میں ان کے بیان میں بھی یہ منطقی تسلسل خامی شمار ہوگا۔ لیکن آگے چل کر وہ خود ہی اس کے متضاد بیان دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''یہ کہنا بڑی حد تک صحیح ہے کہ جب زندگی بہ حیثیت کل ایک ہیئت کی مالک ہے تو ناول کی دنیا میں بھی جو اس کا ایک چربہ یا تشکیلِ نو ہے، اس کی کوئی ہیئت ضرور ہونی چاہیے..... زندگی میں خود ایک طرح کا بحران، خلفشار اور اختلال وانتشار پایا جاتا ہے لہٰذا ناول میں جو اس کا انعکاس ہے، ان عناصر کا موجود ہونا، محلِ حیرت نہیں۔ لیکن یہ ماننا بہر حال ضروری ہے کہ ناول نگار باہر کی دنیا سے اندر کی دنیا میں مواد کو منتقل کرنے کے دوران ایک طرح کے انتخاب اور ترتیبِ نو یعنی Reordering کا لحاظ ضرور رکھتا ہے اور اسی طرح دونوں کے درمیان ایک خطِ امتیاز کھینچتا ہے جو فن کی منطق کے بموجب لازمی اور لاابدی ہے۔''(۲۲)

دونوں بیانات میں بہت سی باتیں متضاد ہیں۔ پہلے بیان میں وہ زندگی کو منطقی تسلسل سے ماورا قرار دے رہے ہیں تو دوسرے میں اسے بہ حیثیتِ کل ایک ہیئت کی مالک قرار دے رہے ہیں۔ کیا اس ہیئت میں کوئی تسلسل نہیں ہوگا۔ اور اگر منطقی تسلسل کے نہ ہونے کو ہی درست مانا جائے تو پھر ہیئت میں زندگی مربوط کیسے ہوگئی۔ اس کے علاوہ انھوں نے دوسرے بیان میں فن کی منطق کے تحت باہر کی دنیا سے اندر کی دنیا میں مواد کے انتقال کے دوران دونوں دنیاؤں میں ایک خطِ امتیاز کھینچنے کی بات کی ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ باہر کی دنیا وہ حقیقی دنیا ہے جس سے ناول نگار مواد لے رہا ہے اور اندر کی دنیا اس کے فن کی دنیا ہے۔ اگر ناول نگار ان دونوں کے درمیان خطِ امتیاز کھینچتا ہے تو پھر حقیقی زندگی کے تسلسل یا بے ربطی کو ناول کے اندر کیسے بیان کرے

گا۔ خطِ امتیاز تو ناول نگار کے سامنے ایک رکاوٹ بن کر کھڑا ہو گا۔ ایک طرف وہ بات کرتے ہیں کہ ناول نگار زندگی کی طرح ناول میں بھی منطقی تسلسل کو ملحوظِ خاطر نہ رکھے دوسری طرف وہ باہر اور اندر کی دنیا میں خطِ امتیاز کھینچنے کی بھی بات کر رہے ہیں۔ صرف اسی پر بس نہیں اسی بیان میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ناول نگار باہر کی دنیا سے اندر کی دنیا میں مواد کو منتقل کرتے وقت انتخاب اور ترتیب کا لحاظ بھی رکھتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعات کی یہ ترتیب حقیقی زندگی جیسی ترتیب ہو گی یا ناول نگار کی دی ہوئی ترتیب ہو گی۔ اگر ناول نگار کی دی ہوئی ترتیب ہے تو اسے حقیقی زندگی سے جوڑنے کی کیا تُک بنتی ہے۔ اسلوب احمد انصاری کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے پلاٹ کے بارے میں اپنے پیش رو ناقدین کی مختلف آرا کو سامنے رکھتے ہوئے ایک درمیانی راہ نکالنے کی کوشش کی ہے کہ ناول نگار حقیقی زندگی کا تجربہ بھی ناول میں اتارے اور واقعات کو ترتیب دیتے وقت حقیقی زندگی کے واقعات اور ناول میں واقعات کے بیان میں خطِ امتیاز بھی کھینچے۔ متضاد آرا سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی فکر اختلال و انتشار کی شکار ہے۔

پلاٹ پر بحث کے ضمن میں ایک رائے شمع افروز زیدی کی بھی ملتی ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب ''اردو ناول میں طنز و مزاح'' میں پلاٹ پر بحث کرتے ہوئے روایتی تنقید کا ہی انداز اپنایا ہے۔ وہ پہلے احسن فاروقی کی رائے درج کرتی ہیں کہ گتھا ہوا پلاٹ میکانکی ہو جاتا ہے، اس لیے پلاٹ میں لچک ہونی چاہیے۔**(۲۳)** اس کے بعد لکھتی ہیں:

> ''راقم الحروف کے نزدیک پلاٹ کو گتھا ہوا ہونا چاہیے ورنہ پلاٹ کی ناہمواری اور جھول، تسلسل اور توازن پر اثر انداز ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی ناول نگار کی زبان و بیان کی دل کشی اس کا احساس نہ ہونے دے اور قاری کو اپنے ساتھ لے جائے لیکن ہر ایک ناول نگار سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی۔''**(۲۴)**

دیکھنے کی یہ بات ہے کہ نقاد کا کیا کام ہے کہ وہ تخلیق کار کے کام میں مداخلت کرے۔ تخلیق کار نے ہزاروں موزوں صورتوں میں سے واقعات کے بیان کی جو صورت اپنائی وہی پلاٹ ہے۔ نقاد یہ فیصلہ کیوں کر سکتا ہے کہ پلاٹ گتھا ہوا تو ناول کامیاب ہو گا یا ڈھیلا ڈھالا پلاٹ ناول کے معیار کو گرا دے گا۔ تخلیق کار جس قصے کو بیان کر رہا ہوتا ہے یہ اس کا کام ہے کہ وہ اپنی مرضی کی ترتیب (جو حقیقت میں پلاٹ ہے) کا انتخاب

کرے۔ نقاد تو اس بارے میں فیصلہ دے کہ ناول نگار کا پلاٹ اس کے ناول کو کامیاب بناتا ہے یا نہیں۔ نقاد اگر یہ شرط لگادے کہ گٹھا ہوا پلاٹ ناول کی کامیابی کی ضمانت ہے تو کیا تمام کامیاب ناولوں کے پلاٹ گٹھے ہوئے ہیں ؟اردو ناقدین کا بڑا مسئلہ ہی یہ ہے کہ تنقید کرتے وقت تخلیق کار کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ وہ تخلیق کار کے کام میں مداخلت کرنے لگتے ہیں کہ پلاٹ ایسا ہونا چاہیے۔ جب واقعات کا شاہد تخلیق کار ہے تو مشاہدات کو تحریر میں ڈھالنے کا اختیار بھی اسی کے پاس ہی ہونا چاہیے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ واقعات کو دیکھے تخلیق کار اور انھیں بیان کرنے کی ترتیب کا فیصلہ نقاد کرے۔ نقاد کو تخلیق کار کے بعد اپنا کام شروع کرنا چاہیے نہ کہ پہلے سے ہی فیصلے صادر کرنا شروع کر دے۔ شمع افروز زیدی نے پلاٹ کے بارے میں یہ نہیں بتایا کہ پلاٹ ہے کیا چیز، یہ بتا رہی ہیں کہ پلاٹ ہونا کیسا چاہیے۔ اگر بالفرض ان کی بات مان لی جائے تو کیا تمام ناول ایک جیسے (ان کے الفاظ میں گٹھے ہوئے) پلاٹ کے ہو سکتے ہیں ؟۔ بعض ناقدین کے نزدیک تو گٹھا ہوا پلاٹ تو ریاضی کے فارمولے کی مانند ہوتا ہے جو قصے کی اثر انگیزی کو ہی ختم کر دیتا ہے۔**(۲۵)** پھر دوسری بات یہ کہ جب ناول نگار زندگی کو ناول میں بیان کرتا ہے تو کیا زندگی کے تمام واقعات آپس میں گٹھے ہوئے ہوتے ہیں ؟اس بات کا فیصلہ ناول نگار پر ہی چھوڑ دینا چاہیے کہ وہ کیسا پلاٹ تشکیل دیتا ہے۔

خورشید الاسلام کی تنقیدی آرا اردو میں خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ وہ کثیر المطالعہ نقاد ہیں اور کسی بھی فن پارے کے بارے میں رائے دیتے ہوئے مختلف زاویوں سے دیکھتے ہیں۔ پلاٹ کے ضمن میں ان کی یہ رائے خاص اہمیت رکھتی ہے۔

> ''پلاٹ کردار سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اس قسم کی تقسیم مصنوعی ہوتی ہے اور اپنی سہولت کی خاطر کی جاتی ہے۔ پلاٹ ایک واقعہ کی توسیع بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں کرداروں کی زندگی محدود ہو جاتی ہے۔ پلاٹ ایک کردار کے چاروں طرف بھی بنا جا سکتا ہے لیکن اس طور سے پلاٹ غیر مربوط ہو جاتا ہے۔ پلاٹ دماغ میں پہلے سے بھی تیار کیا جا سکتا ہے لیکن اس صورت میں کردار کٹھ پتلیاں ہو کر رہ جاتے ہیں۔ پلاٹ بعض شاہکاروں کے نمونے پر بھی بنائے جاتے ہیں۔ دراصل ہوتا یہ ہے کہ یا تو ناول نگار کو کہانی سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے یا کردار نگاری سے۔ دونوں حالتوں میں کچھ فائدہ ہے اور کچھ نقصان۔ بہترین صورت وہ ہوتی ہے جہاں یہ دونوں ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو

جائےں لیکن یہ محض نصب العین ہے۔ لہٰذا ہمیں ہر حال میں ان ناولوں کو ترجیح دینی چاہیے جن میں کہانی یا واقعات کی بناوٹ سے زیادہ کردار کی زندگی کو ملحوظ رکھا گیا ہو۔''(۲۶)

خورشید صاحب کا یہ کہنا کہ پلاٹ کردار سے الگ نہیں ہوتا خاص وزن رکھتی ہے۔ ناول میں پلاٹ ایک زندہ اور حاوی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی تشکیل میں ناول کے جملہ امور کام کرتے ہیں۔ یہ کرداروں کے اعمال، ان کی گفتگو، ناول نگار کے بیانات اور واقعات کے بہاؤ میں جاری و ساری رہتا ہے۔ یہ پورے ناول میں غیر محسوس طریقے سے چلتا ہے کہ ناول نگار یا قاری کو اس کا الگ سے احساس ہو ہی نہیں سکتا۔ کیوں کہ پلاٹ تو نام ہی اس طرز کا ہے جس کے ذریعے ناول کا افسانوی عمل آگے بڑھ رہا ہے۔ وہ منصوبہ بندی کرے یا نہ کرے، پلاٹ تو موجود ہو گا۔ پلاٹ سے ہی تو ناول کی شکل بنتی ہے۔ اسی سے تو ناول نگار کی اس مہارت کا پتا چلتا ہے کہ وہ انتخاب اور ترتیب میں کیا طرز اپناتا ہے۔ یہ کوئی الگ سے ایسی چیز نہیں ہے جسے ناول سے اٹھا کر دکھایا جاسکے کہ یہ پلاٹ ہے۔ اس ضمن میں ابوالکلام قاسمی نے بڑے پتے کی بات کی ہے کہ پلاٹ کے اندر کا ہر فعل اور ہر لفظ شمار کیا جانا چاہیے۔(۲۷) گویا پلاٹ کی تشکیل میں یہ تمام عناصر کام کرتے ہیں۔

ممتاز احمد خان اردو میں انتقادِ ناول کا معتبر حوالہ ہیں۔ انھوں نے ناول کی نظری اور عملی تنقید میں خوب کام کیا ہے۔ ان کی کتاب ''آزادی کے بعد اردو ناول'' میں بھی پلاٹ پر بحث ملتی ہے۔ پلاٹ کی تعریف کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

''پلاٹ قصے کی ترتیب و تہذیب کا فنی نام یا عمل ہے۔ جب ناول نگار ناول لکھنا چاہتا ہے تو اس کے ذہن میں جہاں قصے کا ہیولہ ہوتا ہے وہاں وہ واقعات اور جزئیات کے بارے میں ضرور سوچتا ہے۔ واقعات نہ ہوں تو پھر قصہ ہی کیا؟ لیکن واقعات کی ترتیب تو ضروری ہوئی۔ ہر واقعہ اپنی باری ہی پر آنا چاہیے ورنہ قصے کا ڈھانچا ہی متاثر ہو جائے گا۔''(۲۸)

ممتاز احمد خان نے یہ بات تو درست کی ہے کہ پلاٹ قصے کی ترتیب و تہذیب کا فنی عمل ہے۔ آگے چل کر وہ اصل راہ سے ہٹ گئے ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ ہر واقعہ اپنی باری ہی پر آنا چاہیے، سے اختلاف یوں کیا جاسکتا ہے کہ اس امر کا فیصلہ کون کرے گا کہ کس واقعے کی باری کب آنی ہے۔ اگر تو زندگی کی ترتیب سے

واقعات کی باری متعین کی جائے تو بہت سے ناول ہی اس صنف سے خارج ہو جائیں گے کہ ان میں تو اختتامی واقعات آغاز میں بیان ہوتے ہیں۔ آگے چل کر ان کا یہ کہنا ہے کہ :۔

> ''ناول بغیر پلاٹ کے بھی لکھا جاسکتا ہے۔۔۔۔تاہم پوری دنیا میں لکھے جانے والے اکثر ناولوں کے پلاٹ واقعات کے حوالے سے منطقی ربط رکھتے ہیں مگر کچھ فن کار واقعات کی ترتیب کو الٹ دیتے ہیں۔''**(۲۹)**

یہاں ان سے یہ لغزش ہو گئی ہے کہ وہ واقعات کی ترتیب کے الٹنے کو بغیر پلاٹ کے ناول سمجھ بیٹھے ہیں۔ ترتیب کو الٹ کر جب واقعات بیان کیے جائیں گے تو پھر بھی ان میں کوئی ترتیب تو ہو گی ہی ناں یہی ترتیب ہی پلاٹ ہے۔ اس الٹ ترتیب والے ناولوں کو بغیر پلاٹ کے ناول قرار دینا درست نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ممتاز احمد خان آگے چل کر متضاد خیالات بھی پیش کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا اقتباس میں وہ کہہ رہے ہیں کہ ناول بغیر پلاٹ کے بھی لکھا جاسکتا ہے، لیکن آگے چل کر لکھتے ہیں:

> ''اگر پلاٹ کا ناول میں وجود ہی نہ ہو تو یقیناً ناول ردِ ناول Anti Novel بن جائے گا۔ اور ایسی صورت میں قاری بھی اس پر شدید اعتراضات کر سکتا ہے۔''**(۳۰)**

ناول کے پلاٹ کی بحث میں ایسے ناقدین بھی سامنے آئے ہیں جن کے خیالات ناول کے پلاٹ کو کسی ہاؤسنگ سوسائٹی کے پلاٹ سے ملاتے نظر آتے ہیں۔ آگے بڑھنے سے قبل ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''افسانے اور ڈرامے کے پلاٹ میں آغاز کے بعد پہلا واقعہ اگر دس ڈگری تک متاثر کرتا ہے تو دوسرے واقعہ کا دس سے زیادہ ڈگری تک متاثر کرنا ضروری ہے۔ اس طرح درمیان تک جتنے بھی واقعات پیش کیے جائیں وہ اسی طرح تاثر کو مسلسل آگے بڑھاتے رہیں تاکہ جب پلاٹ درمیان تک پہنچے تو نہ صرف تاثر اپنے عروج پر ہو بلکہ یہ بھی پتا چل جائے کہ افسانے یا ڈرامے کا مرکزی مسئلہ کیا ہے۔ پھر درمیان یعنی کلائمیکس کے بعد اختتام تک ان مسائل کو ایک ایک کر کے اپنے انجام تک پہنچایا جائے جو آغاز سے درمیان تک پیش کیے گئے ہیں۔''**(۳۱)**

ڈاکٹر ظہور الدین کی اس رائے میں موصوف نے نئے ہی گل کھلائے ہیں۔ پہلی بات تو یہ افسانے اور ڈرامے کے پلاٹ کو ملا دیا ہے۔ حد ہے مضحکہ خیزی کی بھی۔ کہاں افسانہ جس کی ہئیت آج تک ناقدین کے

ہاتھ نہ آسکی جو چار لائنوں سے چار سو لائنوں تک کا بھی ہو سکتا ہے اور کہاں ڈراما جس میں ایکٹ در ایکٹ کہانی آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ موصوف کے نزدیک ان دونوں کے پلاٹ کی نوعیت ایک سی ہے۔ اور پھر یہ کہنا کہ ایک واقعہ دس ڈگری تک ملاحظہ کر رہا ہے تو اگلا اس سے زیادہ ڈگری کا تاثر قائم کرے۔ گویا یہ تخلیق کار پروٹیکٹر ساتھ لے کر افسانہ یا ڈراما لکھنے کا آغاز کرے۔ ناول تخلیق کار نہ ہوا کوئی سول انجینئر ہوا جو کسی عمارت کی تعمیر میں مصروف ہے۔ یہاں تاثر کی بات کو ہی لیجیے کیا ایسا ممکن ہے کہ ہر واقعہ ہر قاری پر ایک جیسا تاثر چھوڑے۔ اس کی ایک مثال دیکھیے کہ ایک ناول میں ایک خوب رُو حسینہ کسی بھی وجہ سے آشنا کے ساتھ گھر سے بھاگ جاتی ہے۔ یہ ایک واقعہ ہے۔ اب اس ناول کے تین قاری ہیں۔ ایک بزرگ ہے جس کے گھر میں جوان بیٹی موجود ہے، ایک عاشق مزاج نوجوان ہے اور تیسرا قاری ایک مصلح ہے۔ کیا اس واقعہ سے تینوں قاری ایک جیسے متاثر ہوں گے۔ جواب یقیناً نفی میں ہے۔ اگر کوئی واقعہ ناول کے قارئین کو ایک سا متاثر نہیں کر سکتا تو پلاٹ کی تشکیل کرتے وقت یہ کیسے دیکھا جائے گا کہ یہ واقعہ دس ڈگری تک متاثر کر رہا ہے اور یہ اس سے زیادہ کر رہا ہے۔ ڈاکٹر ظہور الدین نے یہ خیالات صرف افسانے اور ڈرامے کے پلاٹ کے بارے میں ہی ارشاد نہیں فرمائے بلکہ وہ ڈرامے پر بھی یہی کلیہ تھوڑے بہت رد و بدل سے آزماتے ہیں۔ ناول کے پلاٹ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''پلاٹ کے ارتقا میں یہ دونوں صورتیں ناول کے لیے بھی ضروری ہوتی ہیں لیکن یہاں چونکہ کینوس بڑا وسیع ہوتا ہے اس لیے اس کی گنجائش ہوتی ہے کہ اگر آغاز کے بعد پہلا واقعہ دس ڈگری تک متاثر کرتا ہو تو بعد کے دوسرے واقعے تک پہنچتے پہنچتے اگر درمیان میں کچھ ایسے واقعات بھی رونما ہو جاتے ہیں جو کم متاثر کرتے ہیں تو انہیں برداشت کر لیا جائے جیسا کہ تصویر نمبر ۲ میں دکھایا گیا ہے۔ پہلے واقعے کے بعد جو جھکاد دکھایا گیا ہے، وہ کم زور واقعے کی نشان دہی کرتا ہے جو پہلے واقعے کی دس کے مقابلے میں صرف چھ ڈگری تک متاثر کرتا ہے۔۔''**(۳۲)**

یہ صرف ڈاکٹر ظہور الدین کا ہی مسئلہ نہیں اکثر ناقدین پلاٹ کی تفہیم کے لیے اس طرح کی تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ ڈراما کی حد تک تو یہ تقسیم کسی نہ کسی طرح قبول کی جا سکتی ہے کہ وہاں ڈارمے کے مختلف ایکٹ کی وجہ سے پلاٹ کے ان مختلف حصوں کی الگ الگ شناخت ممکن ہو سکتی ہے ناول کے پلاٹ میں ایسی تقسیم

اور اس طرح کے زاویوں اور گرافوں کا استعمال سوُد مند نہیں ہے۔

ناول کے پلاٹ کے حوالے ڈاکٹر عبدالسلام کی کتاب ''فنِ ناول نگاری''میں طویل بحث ملتی ہے لیکن انھوں نے بھی ای ایم فارسٹر اور اردو کے ناقدین کی انھی باتوں کو دہرانے پر اکتفا کیا ہے کہ پلاٹ میں واقعات کی منطقی ترتیب ہوتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔اس بارے شروع میں تفصیلی بحث کی جاچکی ہے۔مزید ان کے ہاں پلاٹ کے بارے ایسا کوئی نیا نکتہ نہیں جس پر بحث کی جاسکے۔

انتقادِ ناول میں پلاٹ کی بحث کے اس تنقید ی جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ناقدین کی اکثریت (بشمول چند انگریزی ناقدین) کے ہاں پلاٹ کا تصور واضح نہیں ہے۔چند ناقدین کو چھوڑ کر اکثر نے اس ضمن میں ای ایم فارسٹر کے خیالات کو ہی بنیاد بنایا ہے اور ناولوں کے پلاٹ کو اسی تناظر میں دیکھا ہے۔"بغیر پلاٹ کے ناول" کا نظریہ بھی اسی گمراہی کا نتیجہ ہے ورنہ دنیا کا کوئی بھی ناول پلاٹ کے بغیر نہیں ہے۔پلاٹ ناول نگار کا ذہنی عمل ہے جو ہر ناول میں اس کے ساتھ رہتا ہے۔اسی عمل سے وہ ناول کے واقعات اور کرداروں کا انتخاب کرتا ہے اور انھیں ترتیب کی ہزاروں صورتوں میں سے موزوں صورت میں پیش کرتا ہے۔ اس موزوں صورت کے انتخاب کا اختیار بھی ناول نگار کو ہی حاصل ہوتا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ ابوالکلام قاسمی، ''ناول کے اجزائے ترکیبی''، مشمولہ :ناول کانیا جنم، مرتبہ: خرم سہیل، (کراچی: رنگِ ادب، جنوری ۲۰۱۷ء)، ص ۵۷۔

2. E. M Forster, **Aspect of Novel**, (England: Penguin Books, 1986), P-44.

۳۔ ایضاً، ص ۸۷۔

۴۔ جہانگیر احمد، ڈاکٹر، اردو ناول کی شعریات، (لاہور: بک ٹاک، ۲۰۱۶ء)، ص ۱۰۴۔

۵۔ ایضاً، ص ۹۶۔

۶۔ علی عباس حسینی، ناول کی تاریخ اور تنقید، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۷ء)، ص ۶۱۔

۷۔ ایضاً، ص ۶۲۔

۸۔ محمد احسن فاروقی، ڈاکٹر، ناول کیا ہے، (لکھنؤ، دانش محل، س ن)، ص ۲۳۔

۹۔ ابواللیث صدیقی، ''ناول فنی نقطہ نظر سے''، مشمولہ: اردو نثر کا فنی ارتقا، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، (لاہور: الوقار پبلیکیشنز، ۲۰۰۷ء)، ص ۸۵۔

۱۰۔ عبدالسلام، ڈاکٹر، فن ناول نگاری، (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۹۱ء)، ص ۲۷۔

۱۱۔ محمد احسن فاروقی، ڈاکٹر، ناول کیا ہے، ص ۲۳۔

۱۲۔ ای ایم فارسٹر، ناول کا فن، مترجمہ: ابوالکلام قاسمی، (علی گڑھ: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۲ء)، ص ۸۱۔

۱۳۔ محمد احسن فاروقی، ڈاکٹر، ناول کیا ہے، ص ۱۸۔

۱۴۔ سہیل بخاری، اردو ناول نگاری، (لاہور: مکتبہ جدید، س ن)، ص ۱۷۔

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۸۔

۱۶۔ ابواللیث صدیقی، ''ناول فنی نقطہ نظر سے''، مشمولہ: اردو نثر کا فنی ارتقا، ص ۸۶۔

۱۷۔ ایضاً۔

۱۸۔ ایضاً۔

۱۹۔ وقار عظیم، سید، فن اور فنکار، (لاہور: اردو مرکز، س ن)، ص ۵۶۔

۲۰۔ احتشام حسین، سید، ''ناول کی تنقید''، مشمولہ: شب خون، (انتخاب) جون تا دسمبر ۲۰۰۵، ص ۹۰۔

۲۱۔ اسلوب احمد انصاری، اردو کے پندرہ ناول، (علی گڑھ: یونیورسل بک ہاؤس، اپریل ۲۰۰۳ء)، ص ۳۔

۲۲۔ ایضاً، ص ۴۔

۲۳۔ محمد احسن فاروقی، ڈاکٹر، ناول کیا ہے، ص ۲۴۔

۲۴۔ شمع افروز زیدی، ڈاکٹر، اردو ناول میں طنز و مزاح، (لاہور: پروگیسو بکس، اول ۱۹۸۸ء، ص ۲۹۔

۲۵۔ محمد احسن فاروقی، ڈاکٹر، ناول کیا ہے، ص ۲۳۔

۲۶۔ خورشید الاسلام، ڈاکٹر، تنقیدیں، (لکھنؤ: سرفراز قومی پریس، اول ۱۹۷۵ء)، ص ۹۳۔

۲۷۔ ابوالکلام قاسمی، ''ناول کے اجزائے ترکیبی''، مشمولہ: ناول کا نیا جنم، ص ۵۹۔

۲۸۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، آزادی کے بعد اردو ناول (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۶ء)، ص ۵۴۔

۲۹۔ ایضاً، ص ۵۴۔

۳۰۔ ایضاً، ص ۵۷۔

۳۱۔ ظہور الدین، ڈاکٹر، کہانی کا ارتقاء، نئی دہلی، (انٹرنیشنل اردو پبلیکیشنز، ۱۹۹۹ء)، ص ۱۴۰۔

۳۲۔ ایضاً، ص ۱۴۱۔